ختم نبوت

کورس

موضوع

عقیدہ ختم نبوت

سبق نمبر 1

عنوان

حقانیت اسلام اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

انوارِ ختم نبوّت ٹرسٹ پاکستان

انٹرنیشنل ختم نبوۃ مووومنٹ پاکستان

أَللّٰهم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ۔أَمَّابَعْدُ!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیمo

اس سبق میں ہم ایک اہم موضوع پر گفتگو کریں گے جس کو ضرورتِ ارسال رسول کہتے ہیں۔یعنی نبی یا نبیوں کے مبعوث ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے تحت چھ باتیں زیر تحریر ہوں گی۔

(1) نبی کسے کہتے ہیں؟اور نبی کو مخلوق کی طرف بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟

(2) شرائط نبوت کیا ہیں؟

(3) نئی نبوت کی ضرورت کب پیش آتی ہے؟

(4) **فوائد عقیدۂ ختم نبوت**

(5) حقانیت اسلام یعنی اسلام کے دین برحق ہونے کی چار عقلی وجوہات

(6) اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہوتا تو؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: **اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامِ**

سب سے پہلے ہم مختصراً پڑھیں گے کہ دینِ اسلام جو ہمارا دین ہے وہی دینِ برحق ہے......اس موضوع کا ہمارے کورس سے کیا تعلق ہے؟ چونکہ عقیدہ ختم نبوت اسلام و ایمان کی بنیاد اور اساس ہے، اس لیے مختصراً ایمان و اسلام کے بارے میں جان لیتے ہیں جب ہم اس موضوع کی چوتھی دلیل پڑھیں گے تو ہمیں حقانیتِ اسلام اور اس کی افادیت سمجھ میں آجائے گی۔

ایک پیرائے میں ایک واقعے کی رُو سے چار سوالات اور ان کے جوابات (جو کہ اس عنوان پر چار عقلی دلائل ہیں) ملاحظہ ہوں۔

دنیا میں بہت سے ادیان اور ان کے پیروکار موجود ہیں اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اور اُن کا دین برحق ہے مگر دلائل کی روشنی میں تمام ادیان برحق نہیں ہو سکتے۔ہم کہتے ہیں کہ دین اسلام ہی سچا اور برحق دین ہے اگر ہماری گفتگو غیر مذہب والے سے ہو تو اُسے قرآن کریم کی

آیات اوراحادیث نبویہ کے دلائل نہیں دے سکتے بلکہ وہاں عقلی دلیل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم چار عقلی دلائل سے اپنے دعویٰ کوثابت کریں گے۔

غالباً 1965ء میں روس میں کیمونسٹ یعنی دھریوں (خدا کے منکروں) کا انقلاب آیا تو اُن کے رد کے لیے مصر میں ایک میٹنگ بلائی گئی کہ سب ادیان والے جو کسی نہ کسی صورت میں اس دنیا کو چلانے والی ذات یعنی خدا کی ذات کے قائل ہیں خواہ گاڈ کہہ کر، پرویش کہہ کر، یا مہاتما کہہ کر یا اللہ کہہ کر، تمام ادیان کے نمائندے جمع ہوئے اور اتفاقِ رائے سے ایک یہودی کو اس مجلس کا صدر منتخب کیا گیا۔ یہودی ایک زیرک شخص تھا اُس نے کھڑے ہوکر تمام حاضرین مجلس کو مخاطب کیا اور کہا ہم سب یہاں ایک ہی مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں یعنی دھریوں کے مقابلے کے لیے مگر ہم سب کے ادیان ونظریات اور عقائد مختلف ہیں تو یہ ہمارا اتحاد کب تک قائم رہے گا، کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی دین والے کے نظریات کا دوسرے سے ٹکراؤ ضرور ہو جائے گا تو اس کا ایک حل میرے ذھن میں ہے جو میں چند سوالات کی شکل میں آپ کے سامنے رکھوں گا جس مذہب والا ان کو حل کردے تو سلیم العقل آدمی کو چاہیے کہ اس دین کا پیروکار بن جائے تو کیوں نہ اس پر عمل پیرا ہوکر اپنے اتحاد کو پائیدار بنایا جائے......

سامعین! پہلے زمانوں میں چونکہ اسباب و وسائل نہیں تھے، مگر عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ خدا کی تعلیمات کو انسانیت تک پہنچانے کے لیے اُنہیں میں سے اللہ نے اپنے چند برگزیدہ بندوں کا انتخاب کیا۔ چنانچہ ایک نبی مشرق میں اور ایک نبی مغرب میں، ایک نبی جنوب میں اور ایک شمال میں مبعوث ہوا۔ تاکہ خدا کے احکامات اس کی مخلوق تک پہنچ سکیں مگر اب چونکہ وسائل و ذرائع بہت کثرت سے ہوگئے ہیں، ریڈیو، اخبارات، جہاز وغیرہ جس سے دنیا سمٹ کر گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ ایک خبر چند منٹ میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہے تو اب ہمیں چاہیے کہ ایک خدا کے بندے ایک ہی نبی کے جھنڈے تلے جمع ہوکر ایک خدا کی عبادت کریں تاکہ ادیان کا اختلاف ختم ہو سکے اور اتحاد مضبوط ہو۔

اگر میں یہ بات آپ سب پر چھوڑ دوں کہ ہم سب کس نبی کی پیروی کریں تو ہر دین و

مذہب والا چاہے گا کہ سب کے سب لوگ اس کے دین میں داخل ہو جائیں۔ یہودی چاہیں گے کہ کہ سب لوگ یہودی ہو جائیں، عیسائی کی چاہت ہوگی کہ تمام انسان عیسائیت کو قبول کرلیں اور مسلمان چاہے گا کہ سب لوگ ہمارے نبی (ﷺ) کو نبی مان کر امت محمدیہ میں داخل ہو جائیں۔

تو میں اپنے سوال کو اس طریقہ سے پیش کرتا ہوں کہ جس سے اس کا حل بھی نکل سکے گا۔ وہ کون سا نبی ہے جس نے انسانیت کو یہ پیغام دیا ہے کہ تم سب میرے پیروکار بن جاؤ میں سب انسانیت کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اُس نے عالمگیر نبی ورسول ہونے کا دعویٰ اپنی زبان سے کیا ہے۔ میں سب سے پہلے اپنے مسلک یہودی کے راہب کو دعوت دوں گا کہ وہ تورات سے یہ جملہ نکال کر دیکھائیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا دعویٰ کیا ہو کہ اُن کا دین عالمی دین ہے۔ اب یہودی خاموش...... کیونکہ پوری تورات میں کہیں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ دعویٰ منقول ہی نہیں بلکہ قرآن مجید نے خود کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی بنا کر بھیجے گئے (نہ کہ تمام دنیا کے)۔ پھر عیسائیوں کی باری آئی تو اُس نے عیسائی پوپ کو دعوت دی کہ انجیل سے ایسا دعویٰ ثابت کریں تو عیسائی بھی اس دعوے کو دیکھانے سے عاجز رہے۔ قرآن پاک میں سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 49 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمانِ خداوندی مذکور ہے: (وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ) کہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بنی اسرائیل کی طرف رسول (مبعوث) ہوں گے۔

الغرض کہ کوئی مذہب والا بھی اپنی کتاب سے یہ دعویٰ پیش نہ کر سکا تو اس یہودی نے مسلمان سے پوچھا تم بتاؤ کہ تمہارے نبی نے ایسا دعویٰ کیا ہے؟ مسلمان عالم ہاتھ میں قرآن مجید لے کر کھڑا ہوئے اور کہا جس طرح اللہ نے قرآن میں اپنے آپ کو رب العالمین (الحمد للہ رب العالمین) کہا ہے اسی طرح ہمارے نبی کو رحمۃ للعالمین کہا ہے (وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ) جس طرح اللہ تمام جہانوں کا رب ہے اسی طرح ہمارے نبی تمام جہانوں کے عالمگیر نبی ہیں جس طرح اللہ نے اپنے آپ کو رب الناس کہا کہ ساری انسانیت کا رب اللہ ہے ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کو (کَآفَّةً لِّلنَّاسِ) فرمایا: (وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا)

لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ ہی تمام انسانوں کے نبی ہیں۔ یہودی صدر مجلس کھڑا ہوا اور کہنے لگا صرف ایک رسول ایسا ہے جس نے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس کے دعوے میں کوئی اس کا شریک بھی نہیں ہے۔ اگر دو ہوتے تو الیکشن کی ضرورت پڑتی مگر یہاں سیٹ بھی ایک ہے اور امیدوار بھی ایک، لہٰذا فیصلہ ہو گیا کہ محمد ﷺ تمام انسانیت کے نبی ہیں۔ مزید کہنے لگا کہ اب اسلام کے مقابلے میں کس کو لب کشائی کا حق تو نہیں مگر آج کل لوگ اپنے آپ کو دانشور سمجھتے ہیں اور دلیل کے بغیر بات کو تسلیم نہیں کرتے اور اصولاً بھی یہ بات ہے کہ نبیوں کے ماننے والے اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرماتے ہیں جو ان کی نبوت کی دلیل ہوتے ہیں جب تک اس نبی کا زمانہ ہوتا ہے نبی زندہ ہوتا ہے تو اس کی نبوت کی دلیل وہ معجزہ بھی زندہ رہتا ہے اس کے کسی بھی معجزے کا موجود نہ رہنا نبوت کے زمانے اختتام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اب اگر میں یہ کہوں کے سب اپنے اپنے نبی کے معجزات بیان کریں جن کا زیادہ شان والا ہوگا ہم اس کو مان لیں گے تو ہر امتی کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ بڑھ چڑھ اور بڑھا چڑھا کے بتائے گا اور اس طرح بات لمبی ہو جائے گی اور فیصلہ بھی ممکن نہیں ہوگا تو میں بات کو اس طرح پیش کرتا ہوں کہ جس کا کوئی حل بھی نکل سکے۔

سوال نمبر 2 یعنی دوسری دلیل حقانیت اسلام:

تو میرا سوال یہ ہے کہ کوئی امتی اپنے نبی کا ایسا معجزہ پیش کرے جو آج بھی دنیا کو دکھایا جا سکتا ہو اور آج بھی دنیا اس کی مثال لانے سے عاجز ہو، چلیں یہودی! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ایسا دکھائیں کہ آج بھی دنیا اس کے سامنے عاجز ہو...... آگے سے یہودی چپ۔

عیسائیو آپ پیش کرو...... عیسائی بھی خاموش۔

ہاتھ میں قرآن لیے مسلمان عالم کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یہ میرے نبی کا زندہ جاوید معجزہ جو کہ جیسا تھا ویسا ہی آج بھی موجود ہے بلکہ قیامت تک رہے گا دنیا اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔ ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ خدا کا کام وہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا مل کر بھی وہ نہ کر سکے جیسے آنکھ اور سر وغیرہ کا پیدا کرنا، بالکل یہی پہچان خدا کے کلام پاک کی ہے کہ ساری دنیا مل کر اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔ سارے نبی برحق تھے، ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے لیکن

آج ان کا کوئی معجزہ دنیا میں موجود نہیں جس سے یہ پتہ چلے کہ ان کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا، جس طرح دنیا خدا کے سورج کی طرح سورج بنانے سے عاجز ہے۔ اسی طرح اس قرآن کی ایک سورت جیسی سورت لانے سے عاجز ہے۔ صدر مجلس نے کہا کہ ہم وہ نبی اور پیغمبر تلاش کر لیا جس کا دعویٰ تھا کہ وہ عالمگیر نبی ہے اور اس کے اس دعوے میں کوئی شریک نہیں اور وہی ایک پیغمبر ہے جس کی دلیلِ نبوت آج بھی دنیا میں موجود ہے۔

سوال نمبر 3 تیسری دلیل حقانیت اسلام:

اب میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ پیغمبر کو اسی لیے مانا جاتا ہے کہ اس کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کر کے رب کی رضا کو پا کر دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر سکیں تو کونسا ایسا پیغمبر ہے جس کی تعلیمات محفوظ اور موجود ہیں۔ یہودی حضرات! تورات کھول کر بتاؤ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب خدا کے سامنے سجدہ کرتے تھے تو کونسی تسبیح پڑھتے تھے (لیکن تورات میں کہیں موجود نہیں) جی عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والو! تم بتاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اللہ کی عبادت کرتے تھے تو کن تسبیحات کا ورد کرتے تھے۔ چاروں اناجیل سے نکال کر دکھاؤ۔ عیسائی بھی نہ بتا سکے کیونکہ محفوظ رہتیں تو دکھاتے نا۔ باری مسلمان عالم کی آئی تو وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے طریقۂ عبادت اور تسبیحات عبادت کا پوچھا۔ عبادت تو بڑی اعلیٰ چیز ہے ہمارے نبی کی تو تمام عادات بھی موجود و محفوظ ہیں۔ میرے نبی کھاتے کیسے تھے' سوتے کیسے تھے' کپڑے کیسے پہنتے اور اتارتے تھے' جوتے کیسے پہنتے تھے' کنگی کیسے کرتے تھے' خلوت کیسی تھی' جلوت کے کیا احوال تھے۔

الغرض تمام کے تمام گوشۂ ہائی زندگی محفوظ ہیں۔ ایک نقطہ بھی اوجھل نہیں پھر اس نے نماز کی شرائط ارکان و واجبات سنن ایک ایک بات تفصیلاً بتائی جس سے یہ ثابت ہوا کہ اس ایک نبی کی تابعداری ممکن ہے جن کی تعلیمات محفوظ ہیں۔ جن کی تعلیمات محفوظ اور موجود نہیں ان کی تابعداری کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ اب صدر مجلس نے کہا مسئلہ تو تینوں سوالوں اور ان کے جوابات سے واضح ہو گیا لیکن ایک خدشہ ابھی باقی ہے وہ یہ کہ جب بندہ ایک نبی پر ایمان لے آتا ہے تو جب تک اس کا زمانہ باقی رہتا ہے وہ بندہ مومن اور خدا کا فرمانبردار کہلاتا ہے لیکن جب بعد میں

دوسرا نیا نبی آ جائے اور یہ اس پر ایمان نہ لائے اس کے دین کی پیروی نہ کرے تو باوجود پہلے پر ایمان کے کافر کہلاتا ہے اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے ہیں اور ان کے بعد دوسرا نیا نبی آ جائے جس کو ہم پہچان نہ سکیں تو ہم اس کی طرح کافر کہلائیں گے جیسے پہلے لوگ یہودی و عیسائی کہلائے۔

چوتھا سوال یعنی چوتھی دلیل:

وہ خدشہ تب ہی نکل سکتا ہے جبکہ اس نبی یعنی اس نے یہ اعلان کیا ہو میں خدا کا آخری پیغمبر ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا تو سب دینوں والے اپنے نبی کی کتاب سے یہ جملہ دکھائیں کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰؑ نے یہ اعلان کیا ہو' مگر کہیں موجود نہیں۔ اب باری مسلمان عالم کی آئی' تو اس نے کہا: اللہ نے اپنی کتاب مقدس میں خود اعلان فرمایا: (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔) یعنی لوگو! تمہارے مردوں میں کسی کے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔

اور میرے نبی نے خود اپنی زبان اقدس سے یہ ارشاد فرمایا: ''أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ صدر مجلس نے یہ کہا کہ یہ خدشہ بھی ختم ہو چکا اور معلوم ہو چکا کہ دین اسلام ہی برحق دین اور راہ نجات ہے اسی پر دنیا و آخرت کی فلاح منحصر ہے [صدر مجلس مسلمان ہو گیا تھا] بہر حال اس سارے عنوان سے معلوم ہوا کہ اسلام کی امتیازی شان عقیدہ ختم نبوت ہے جو کے اپنے ماننے والے کو دنیا و آخرت میں ایک فول پروف سیکیورٹی اور اطمینان مہیا کرتا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ تمام قارئین کو اس سے فائدہ ہوا ہوگا۔

اب ہم اگلے عنوان کی طرف چلتے ہیں۔

جس طرح انسان کو دنیاوی فلاح کے لیے رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اخروی فلاح و کامیابی کے لیے بھی رہنما کی ضرورت ہوتی ہے اور انسانوں کے سب سے بڑے رہنما نبی ہوتے ہیں۔

ضرورت ارسال رسل

تمہید:

جب سے بنی نوع انسان کو اللہ نے پیدا کیا، تب سے ان کی رہنمائی کے لیے چند چیدہ برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب کیا۔

وجہ: وجہ اس کی "**کان الانسان جھولا**" انسان پیدائشی ناآشنا ہے۔

اس کی اصلاح کی ضرورت تھی تاکہ اپنے خالق و مالک، رازق کو اور اپنی آمد کے مقصد کو جانے، اس کی بات مانے، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے۔

لفظ نبی عربی کا لفظ ہے، جس کا آسان معنیٰ عظیم خبریں دینے والا۔

نبی لوگوں کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف مبعوث کیے جاتے ہیں، پھر اصلاح دو طرح کی ہے:

(1) اصلاح عقائد (2) اصلاح اعمال

دونوں میں سے اہم اصلاح عقائد ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد انسان کی درستگی کرنا ہے، کیونکہ اعمال اگر کمزور ہیں تو بھی رحمٰن الٰہی کے سہارے قابل معافی ہیں مگر عقائد غلط ہیں تو کبھی بھی انسان آخرت میں جنت میں نہیں جاسکتا۔

پھر اہم عقائد تین ہیں:

(1) توحید (2) رسالت (3) مجازات

توحید:

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، اس کا کوئی کسی قسم کا شریک نہیں۔

رسالت:

یعنی اللہ نے جتنے رسول اس دنیا میں جب تک بھیجے، تمام برحق اور سچے تھے۔ تمام رسولوں کی تصدیق اور اپنے رسول کی تعلیمات پر ایمان و عمل کرنا جب تک اللہ نے اس سلسلہ کو جاری رکھا، اس کے جارے رکھنے پر ایمان لانا اور جب یہ سلسلہ ختم کردیا تو اختتام پر یقین رکھنا۔

مجازات:

مجازات کا مطلب ہے کہ آدمی نے دنیا میں بُرے اعمال کیے تو اس کی سزا اور اچھے اعمال کیے تو اس کی جزا قیامت میں اسکو دی جائے گی۔

ضرورت ارسال رسول:

ہم اپنے موضوع کو تین آسان مختصر مقدموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(1) پہلا مقدمہ اللہ تعالیٰ ہمارے خالق ہیں، مالک ہیں، رازق ہیں، آقا ہیں۔ ہم اس کی مخلوق ہیں، مملوک ہیں، مرزوق ہیں، غلام ہیں۔ لہٰذا عقلاً بھی یہ حق بنتا ہے کہ مملوک اپنے مالک کی' مخلوق اپنے خالق کی' مرزوق اپنے رازق کی اور غلام اپنے آقا کی رضا وعدم رضا کو جانے اور اس کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔

(2) دوسرا مقدمہ انسان پیدائشی کم علم ہے اور یہ سامنے بیٹھے بندے کی رضا وعدم کو بغیر اس کے بتائے نہیں جان سکتا، اس لیے اس کو نہیں پتہ میرا آقا، میرا مالک' رازق' خالق راضی کیسے ہوگا، کون سے کام رضا کا باعث ہیں اور کون سے عدم رضا کا، تو اس کو راضی کیسے کرے گا؟

ہم چونکہ مملوک غلام ہیں، ہمارا کام مالک اور آقا کی رضا کو حاصل کرنا ہے، جبکہ اس کے بتائے بغیر ہم رضا کے کاموں کو جان نہیں سکتے۔

(3) تیسرا مقدمہ۔ کہ دنیا کے بادشاہ دنیا کے آقا بھی جب کوئی آرڈر جاری کرتے ہیں، تو رعایا کے ہر فرد کے دروازے پر خود جا کر نہیں کہتے کہ یہ کام کرو گے تو ہم تم سے راضی ہوں گے وگرنہ ناراض ہوں گے۔ تو خالق کائنات تو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، اس سے تو بعید ہے کہ وہ سب بندوں سے خود کہے کہ یہ کام میری رضا کا باعث ہو اور عدم رضا کا۔

نتیجہ: جس طرح دنیاوی بادشاہ اپنے آرڈر کو عوام تک پہنچانے کے لیے بندوں کو منتخب کرتے ہیں، اسی طرح مالک الملک نے اپنے احکام کو اپنی مخلوق تک پہنچانے کے لیے چند چیدہ ہستیوں کا انتخاب کیا جن کو نبی ورسول کہا جاتا ہے۔

شرائط نبوت:

چونکہ وضاحت وتفصیل یہ محل نہیں اس لیے ایک پیرا گراف میں اشارہ دیا جائے گا اور ان میں سے کچھ کی وضاحت کی جائے گی۔

علامہ ادریس کاندھلویؒ نے حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المعتقد'' کے حوالہ سے اپنی کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی صفات کو ذکر کیا ہے یا یوں سمجھئے کہ شرائط نبوت کو ذکر کیا ہے جو کہ بہت ساری کتابوں کو ایک صفحے بلکہ ایک جملے میں بند کرنا ہے، یوں سمجھیں ایک پیرا گراف سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے' لکھتے ہیں:

(1) انبیائے کرام علیہم السلام ہمیشہ فرمان الٰہی کی پیروی کرتے ہیں اور ان کا نفس اطاعت خداوندی میں ہمیشہ ان کا تابعدار اور مطیع فرمابردار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بزرگ حضرات خدا تعالیٰ کی معصیت سے معصوم ہوتے ہیں اگر انبیاء معصوم نہ ہوں یا معصوم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی بے چوں وچرا اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا حکم نہ دیتا۔

(2) انبیاء علیہم السلام کی عقل دوسرے لوگوں کی عقل سے ارفع اور اکمل ہوتی ہے۔

(3) ان کے احساسات دوسروں کے ادراکات سے بہت زیادہ سری اور تیز ہوتے ہیں۔ خطا اور غلطی سے محفوظ اور مامون ہوتے ہیں۔

(4) ان کی رائے دوسروں کی رائے سے زیادہ تیز اور قوی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم وحی کو جس طرح انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں دوسروں سے ممکن نہیں ہے۔

(5) ان کا حافظہ سب سے قوی ومضبوط ہوتا ہے۔

(6) فصاحت و بلاغت اور تاثیر سخن میں بھی انبیاء تمام آبنائے اثر (اپنے زمانے کے تمام لوگوں) پر غالب رہتے ہیں۔

(7) ان کی ظاہری اور باطنی قویٰ سب سے زیادہ قوی ہوتے ہیں۔

(8) ان خلق نہایت نیک اور

(9) ان کی صورت بڑی وجیہ

(10) اوران کی آواز نہایت عمدہ اورخوش غایت درجہ موثر وتی ہے غرض یہ کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح سیرت اور معنی لے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں اسی طرح صورت اور ظاہر میں بھی خوب تر اور پسندیدہ تر ہوتے ہیں۔

(1) معصوم ہونا:

نبی کا ظاہر و باطن کے اعتبار سے مطیع وفرمانبردار ہونا اور ہر قسم کے گناہ سے پاک ہونا، دوسرے لفظوں میں معصوم ہونا ضروری ہے۔(دلیل) کہ دنیا کے باشاہوں کا بھی اصول ہے کہ وہ اپنا مقرب اس بندے کو بناتے ہیں جو ظاہر و باطن میں ان کا مطیع وفرمانبردار ہو اور بادشاہ کی نافرمانی سے بچنے والا ہو۔

(2) انسان ہونا:

جیسا کہ پہلے بتایا کہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے تو معصوم دوطرح کے ہیں۔

(1) فرشتے (2) انسان۔ فرشتے سارے کے سارے معصوم ہیں۔

لا یعصون اللّٰہ ما امر ھم ویفعلون ما یؤمرون۔

اور انسان تمام کے تمام معصوم نہی، اگر ہوتے تو انبیاء کی بعثت کی ضرورت نہ رہتی۔ معلوم ہوا کچھ معصوم ہیں اور باقی تمام غیر معصوم۔

وجہ: نبی کے معصوم ہونے کے ساتھ انسان ہونے کی وجہ۔

وما ارسلنا رجالا نوحی الیھم ہم نے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہم ان کی طرف وحی کرتے ہیں۔

کہتے ہیں **الجنس یمیل الی جنسہ** جنس اپنے ہم جنس سے زیادہ میلان رکھتا ہے۔
اگر فرشتہ رسول بن کر آتا تو کل 4 شکلیں ہوسکتی ہیں:

(1) ذات اور صفات دونوں اعتبار سے انسان ہو، تو یہ عام انسان ہیں۔

(2) ذات اور صفات دونوں اعتبار سے فرشتہ ہو۔ تو یہ ملائکہ ہیں اور یہ حالت بڑی واضح ہے کہ یہ نبی نہیں ہوسکتے (انسانوں کے لیے) کیونکہ اس صورت میں بجائے فائدہ اور نصیحت حاصل کرنے کہ انسان دیکھ کر ہی ان کی ہیبت سے ڈر کر بھاگ جائے یا مر جائے۔

(3) ذات کے اعتبار سے فرشتہ صفات انسانوں والی تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ عبادات تو سکھا دیتے کسی حد تک۔ مگر آپس کے معاملات نہ سکھا سکتے جو کہ آدھا دین ہیں، کیونکہ انہیں بیوی کی ضرورت نہیں تو نکاح وغیرہ کے تمام مسائل، ان کو کھانے کی ضرورت نہیں تو طعام کے آداب، اسی طرح ان کو جب کھانے کی ضرورت نہیں تو کمانے کی بھی نہیں۔ اس لیے رزق حلال' حرام کی تمیز ہونے کی بھی ضرورت نہیں وغیرہ۔ تو یہ تمام معاملات میں اسوہ انسانوں کے سامنے نہ رہتا۔

(4) ذات کے اعتبار سے انسان اور صفات فرشتوں والی۔ یہ صورت انبیاء کی بنتی ہے کہ جنم تو وہ عام انسانوں کی طرح ہی لیتے ہیں، ضروریات بھی عام انسانوں والی ہوتی ہیں مگر صفات ان کی معصومیت والی ہوتی ہیں، جو امت کیلیے اسوۂ حسنہ ہے۔

(3) نبی خود مختار نہیں ہوتے:

یہ بھی عقلی عام سی بات ہے کہ بادشاہ کے مقربین اس کے برگزیدہ اور مقرب لوگ تو ہوتے ہیں مگر شریک سلطنت نہیں ہوتے یعنی جسے چاہا بغیر اجازت بادشاہ کے پھانسی پر چڑھا دیا، جس مجرم کو چاہا رہا کر دیا اور جس کو چاہا پابند سلاسل کر دیا۔ پس کمال ادب سے کسی محبّ کی یا بے گناہ کی سفارش کر سکتے ہیں یا دشمن اور بادشاہ کے بے خواہ کی شکایت کر سکتے ہیں۔ بعینہٖ انبیاء بھی خدا کے مقرب تو ہوتے ہیں، مگر شریک خدائی نہیں ہوتے کہ جسے چاہا جنت دے دی، جسے چاہا دوزخ۔ ہاں کمال ادب سے سفارش کر سکتے ہیں، جس کو شفاعت بھی کہتے ہیں جو کہ قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔

(4) نبی تدریجاً نبوت کا دعویٰ نہیں کرتے:

یعنی یہ کہ پہلے وہ ولی بنیں، پھر امام، پھر اگلے درجے پھر اگلا، پھر نبی بنیں بلکہ جیسے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے فوراً اعلان نبوت کر دیتے ہیں۔

(5) نبی کا نبوت سے معزول ہونا ناممکن ہے:

کیونکہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ دنیاوی بادشاہوں کو تو یہ حساب ہے کہ بندے کو ظاہری طور پر دیکھا کہ یہ میرا فرمانبردار ہے تو اس کو اپنا مقرب وزیر، مشیر بنا لیا مگر دل کے حالات سے وہ

واقف نہیں ہوتے۔ ہوسکتا ہے وہ باطناً بادشاہ کا مخالف دشمن ہو یا ہوتو محبّ مگر بادشاہ کو کوئی بدظن کردے تو بادشاہ معزول کرسکتا ہے مگر اللہ کا معاملہ الگ ہے، کیونکہ وہ علیم بذات الصدور ذات ہے، جس کو چننا ہے تو پکا پکا چنا ہے، اس کا پیغمبر کے عہد سے معزول ہونا ناممکن ہے۔

(6) نبی اپنے متبعین کو مکمل ضابطہ حیات دیتا ہے:

یعنی معیشت، معاشرت، اخلاقیات، طرز عبادات، معاملات، سیادت، سیاست، نظام حکمرانی کیونکہ یہ تمام تمدنی تہذیبی انسانی معاشرتی ضرورتیں ہیں اور اگر آپ غور کریں تو جھوٹا مدعی نبوت ان چیزوں سے خود بھی عاری ہوتا ہے اور اپنے متبعین کو بھی تہی دامن رکھا ہے۔ نبی عمل و اخلاص کا نمونہ ہوتا ہے وہ اپنی محنت کا اجر لوگوں سے طلب نہیں کرتا نہ توقع رکھتا ہے۔

نئ نبوت اور نبی کی ضرورت کیوں اور کب پیش آتی ہے

(1) جبکہ کتاب اللہ اصلاً مفقود (ختم) ہوجائے۔

(2) جبکہ کتاب اللہ محرف ومبدل (تبدیل وتحریف) ہوجائے۔

(3) جبکہ احکام الٰہی میں سے کوئی حکم بوجہ مختص بالقوم (قوم کے ساتھ خاص) ہونے یا مختص بالزمان (زمانے کے ساتھ خاص) ہونے سے قابل تنسیخ ہو یا کوئی نیا حکم آنا ہو۔

(4) جبکہ شریعت میں ابھی تکمیل کی ضرورت ہو۔

(5) جبکہ اس کتاب کے ہمیشہ تک محفوظ رہنے کا وعدہ الٰہی نہ ہو۔

(6) جبکہ الگ الگ امتوں اور الگ الگ ملکوں کے لیے الگ الگ نبی ہوں اور ساری دنیا کے لیے ابھی ایک نبی نہ آیا ہو۔

(7) جبکہ اس نبی کا فیض روحانی بند ہوجائے اور اس دین میں کامل انسان بنانے کی طاقت نہ رہے۔

تب نئے نبی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ نبی جب کہتے ہیں خبر لانے والے کو تو جب خبر آ گئی اور مکمل موجود اور محفوظ ہے تو اس کے بعد کوئی کس چیز کی خبر لائے گا اب تو بس اس بات کی ضرورت ہے کہ اس خبر کی روشنی میں انسانیت کی رہنمائی کرتے رہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت کے فوائد

ویسے تو بہت فوائد ہیں، مگر 3 کا ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ عقیدہ کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور محمد (ﷺ) خدا کے آخری پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں اور یہ کہ اسلام خدا کا آخری پیغام ہے اور زندگی کا مکمل نظام ہے۔ یہ ایک انعام خداوندی اور موہبت الٰہی تھا جس کو خدا نے اس امت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اسی لیے ایک یہودی غلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس پر بڑے اشک اور حسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ قرآن کی ایک آیت ہے جس کو آپ پڑھتے رہتے ہیں، اگر وہ ہم یہودیوں کی کتاب میں نازل ہوتی تو ہم سے متعلق ہوتی تو ہم اس دن کو جس میں یہ آیت نازل ہوتی، اپنا قومی تہوار اور یوم جشن بنا لیتے، اس کی مراد سورۂ مائدہ کی آیت:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت الکم الاسلام دینا۔

سے تھی۔ جس میں ختم نبوت اور تکمیل نعمت (دین) کا اعلان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نعمت کی جلالت وعظمت اور اس اعلان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا، صرف اتنا فرمایا کہ ہمیں کسی نئے یوم مسرت کی ضرورت نہیں، یہ آیت خود ایسے موقع پر نازل ہوئی ہے جو اسلام میں ایک عظیم الشان اجتماع اور عبادت کا دن ہے۔ اس موقع پر دو عیدیں جمع تھیں: یوم عرفہ 9 ذی الحجہ اور جمعۃ المبارک۔

(1) ختم نبوت رحمت کا ایک پہلو:

ختم نبوت کا معنی یوں بھی سمجھیں کہ اب حق کی کوئی نئی تفصیلات نہیں آئے گی، لہٰذا قیامت تک کا انسان اب اطمینان کے ساتھ اس حق کو قبول کر سکتا ہے جو خدا نے اپنے آخری نبی پر نازل کر دیا اور جسے امت نسل در نسل منتقل کرتی چلی آئی ہے۔

یہ انسان پر خدا کی بڑی رحمت ہے۔ اگر حق اپنی تمام تر تفصیلات میں مسلسل تبدیل ہوتا رہتا ہے یا اس میں تبدیلی کا امکان رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دور کا انسان ایک اضافی

امتحان سے دوچار رہے کہ وہ حق کی بدلتی ہوئی تفصیلات کو پہچاننے کی سعی ومحنت کرتا رہے۔ کسی نبی کا مبعوث ہونا بھی انسانوں کے لیے ایک آزمائش ہوتی ہے۔ اپنے نظریات ومفادات سے اوپر اٹھ کر وقت کے نبی کو پہچان لینا، یہ کوئی مذاق بات تھوڑی ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے پھرتے ہیں کہ نیا نبی کیوں نہیں آتا انہیں اپنے نفس کی سرکشی پر نظر کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ خدا نے انہیں اس آزمائش میں نہیں ڈالا۔ یہ بھی خاتم النبیین ﷺ کی رحمت کا ایک پہلو ہے۔

انتشار سے تحفظ 2 اس عقیدہ نے اسلام کو انتشار پیدا کرنے والی اور ملت کو پارہ پارہ کرنے والی ان تحریکات اور دعوتوں کا شکار ہونے سے جو تاریخ اسلام کی طویل مدت اور عالم اسلام کے وسیع رقبہ میں وقتاً فوقتاً سر اُٹھاتی رہیں، اسی عقیدہ کا فیض تھا کہ اسلام ان مدعیان نبوت اور محرفین اسلام کا بازیچہ اطفال بننے سے محفوظ رہا جو تاریخ کے مختلف وقفوں اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں پیدا ہوتے رہے۔ ختم نبوت کے اسی حصار کے اندر یہ ملت اور ان مدعیوں کے دستبرداریوں اور شورشوں سے محفوظ رہی جو اس کے ڈھانچے کو بدل کر ایک نیا ڈھانچہ بنانا چاہتے تھے اور وہ ان تمام سازشوں اور خطرناک حملوں کا مقابلہ کر سکی جن سے کسی پیغمبر کی امت اس سے پہلے محفوظ نہیں رہی اور اتنے طول عرصے تک اس کی دینی اور اعتقادی یکسانیت قائم رہی۔ اگر یہ عقیدہ اور حصار نہ ہوتا تو یہ امت واحدہ ایسی مختلف اور متعدد اُمتوں میں تقسیم ہو جاتی جن میں سے ہر امت کا روحانی مرکز الگ ہوتا، علمی وتہذیبی سرچشمہ الگ ہوتا، ہر ایک کی الگ تاریخ ہوتی، ہر ایک کے الگ اسلاف اور مذہبی پیشوا اور مقتداء ہوتے، ہر ایک کا الگ ماضی ہوتا۔

(3) ختم نبوت کا زندگی اور تمدن پر احسان:

عقیدہ ختم نبوت درحقیقت نوعِ انسانی کے لیے ایک شرف وامتیاز ہے۔ وہ اس بات کا اعلان ہے کہ نوعِ انسانی سن بلوغت کو پہنچ چکی ہے اور اس میں یہ لیاقت پیدا ہوگئی ہے کہ وہ خدا کے آخری پیغام کو قبول کرے۔ اب انسانی معاشرے کو کسی نئی وحی، کسی نئے آسمانی پیغام کی ضرورت نہیں۔ اس عقیدے سے انسان کے اندر خوداعتمادی کی روح پیدا ہوتی ہے۔ اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ چکا ہے اور اب دنیا کو اس سے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔ اب دنیا کو نئی وحی کے لیے آسمان کی طرف دیکھنے کی بجائے خدا کی پیدا کی ہوئی طاقتوں سے فائدہ

اٹھانے اور خدا کے نازل کئے ہوئے دین واخلاق کے بنیادی اصولوں پر زندگی کی تنظیم کے لیے زمین کی طرف اور اپنی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔عقیدہ ختم نبوت انسان کو پیچھے کی طرف لے جانے کی بجائے آگے کی طرف لے جاتا ہے۔وہ انسان کے سامنے اپنی طاقتوں کو صرف کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، وہ انسان کو اپنی جدوجہد کا حقیقی میدان کا رُخ بتلاتا ہے۔

اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہو:

تو انسان ہمیشہ تذبذب و بے اعتمادی کے عالم میں رہے گا، وہ ہمیشہ زمین کی طرف دیکھنے کی بجائے آسمان کی طرف دیکھے گا۔وہ ہمیشہ اپنے مستقبل سے غیر مطمئن اور متشکک رہے گا۔اس کو ہر مرتبہ ہر نیا شخص یہ بتلائے گا کہ گلشن انسانیت اور روضہ آدم ابھی نامکمل تھا،اب برگ و بار سے مکمل ہوا ہے اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ جب اس وقت تک یہ نامکمل رہا تو آئندہ کی کیا ضمانت ہے۔اس طرح وہ بجائے اس کی آبیاری اور اس کے پھلوں اور پھولوں سے فائدہ اٹھانے کے نئے باغبان مالی کا منتظر رہے گا جو اس کو برگ و بار سے مکمل کرے اور یہ بہت خوفناک صورت حال ہے جس کا تصور ممکن نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

مشق سبق نمبر 1

(1) نبی کے لیے بنیادی کون کون سی شرائط ہیں؟

(2) اصلاح عقائد کیوں ضروری ہے؟ نیز اہم عقائد کون کون سے ہیں؟

(3) ضرورت ارسال رسل پر پیش کئے گئے مقدمات ونتیجہ کا خلاصہ لکھیں۔

(4) نئے نبی کی ضرورت کی پانچ وجوہات لکھیں۔

(5) حقانیت اسلام پر چاروں دلائل کا خلاصہ لکھیں۔